بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فکر و نظر

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ!

پس ۲ دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے!

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۰، ابی ہریرۃ)

اخبارات میں کافی دنوں سے قانونِ شہادت زیرِ بحث ہے اور یہ سلسلہ تا حال جاری ہے ___ حالانکہ اہلِ علم نے مسئلہ کی وضاحت کر بھی دی ہے کہ:

۱۔ حدود و قصاص کے سلسلہ میں عورت کو گواہی کے لیے زحمت نہیں دی جائے گی۔

۲۔ رضاعت و عدت وغیرہ کے مسائل میں عورت کی گواہی قابلِ قبول ہوگی اور مرد مکلف نہ ہوگا۔

۳۔ مالی معاملات میں دو مردوں کی گواہی مطلوب ہوگی، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں گی ___ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

" فَإِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ!" (البقرۃ: ۲۸۲)

___ اور قرآنِ مجید میں جہاں " رَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ " کا ذکر ہے، وہاں اس کی حکمت بھی بیان فرما دی گئی ہے:

" أَنْ تَضِلَّ إِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدٰهُمَا الْأُخْرٰى!"

کہ " ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے!"

مسئلہ تو بالکل واضح ہے، مگر حقوقِ نسواں کے نام نہاد علمبرداروں نے اسے چیستاں بنا کے رکھ دیا ہے۔ بالخصوص سورۃ البقرۃ کی مندرجہ بالا آیت ان کی ستم رانیوں کا نشانہ بنی ہے کہ "اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى" کے تحت چونکہ "گواہی تو ایک ہی عورت (شاہدہ) دے گی، دوسری مذکرہ ہوگی جو شہادت کے کسی حصہ کو بھولنے پر اطلاع دے گی!" ـــــ فلہٰذا:

"اسلام میں ایک ہی عورت کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے!"

ـــــ اور پھر اس بنیاد پر تفسیر بالرائے کا جو ادھم مچا اور تفسیر قرآن کے نام پر جو نت نئے شگوفے چھوڑے گئے ہیں، انہوں نے ان طوفانوں کی ہلاکت خیزیوں کو بھی مات کر دیا ہے جو بے حجابیوں کی لہروں پر سوار ہو کر لاہور اور کراچی کی سڑکوں پر مچلے تھے۔

سوال یہ ہے کہ "اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى" کے تحت کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ایک عورت کے بھول جانے کا خدشہ لاحق نہ ہو تو "رَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ" (دو مردوں کی بجائے ایک مرد اور دو عورتوں) کے قرآنی اصول سے صرفِ نظر کر لیا جائے گا؟ ـــــ حکمت و مصلحت خواہ کچھ بھی ہو، شہادت کا انداز خواہ کوئی ہو، اس مذکورہ نصاب میں کچھ کمی بیشی ممکن ہے؟ ـــــ اگر جواب اثبات میں ہے کہ ایک عورت کی یادداشت قوی ہونے کی صورت میں دو کی بجائے ایک ہی عورت کی گواہی قابلِ قبول ہو سکتی ہے، جیسا کہ اس سلسلہ میں کئی آراء سامنے آئی ہیں ـــــ تو پھر براہِ کرم ہمیں یہ کہنے کی بھی اجازت دیجیے کہ اگر دو عورتوں کی یادداشت کمزور ہے تو پھر تیسری کو، اور اگر اس سے بھی بات نہ بنے تو تیسری کے بعد چوتھی کو بھی ایک مرد کی بجائے گواہی کے لیے لا کھڑا کیا جا سکتا ہے! ـــــ ظاہر ہے جہاں تک مرد کا تعلق ہے، اس کی یادداشت کا مسئلہ تو زیرِ بحث ہی نہیں ـــــ اور جب یہ مسئلہ عورت ہی سے متعلق ہے تو پھر کمی تعداد کے علاوہ زیادتی تعداد کا مسئلہ بھی اٹھایا جا سکتا ہے ـــــ فافہم و تدبر!

ـــــ اور جہاں تک "شاہدہ" اور "مذکرہ" کا معاملہ ہے کہ "گواہی صرف ایک ہی عورت دے گی، دوسری صرف بھول جانے پر یاد دلائے گی" یا "بغور سنے گی!" تو یہ قرآن مجید کی کس آیت کا ترجمہ اور کس حدیثِ رسول اللہ کی تشریح ہے؟ ـــــ

قرآنِ مجید نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں یعنی "اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحۡدٰهُمَا الۡاُخۡرٰى" —— ان سے یہ نتیجہ کشید کرنا کہ "گواہی صرف ایک ہی عورت دے گی!" کہاں تک درست ہے؟

اس طرح تو کئی اشکال سامنے آئیں گے۔ مثلاً:

۱۔ کیا عدالت پہلے سے یہ طے کرلے گی کہ دو عورتوں میں سے ایک "شاہدہ" ہے اور دوسری "مذکّرہ"؟

۲۔ یہ تعیین کس بنیاد پر ہوگی؟ —— جبکہ دونوں عورتوں میں سے ہر ایک "شاہدہ" بننے کی صلاحیت بھی رکھتی ہے اور "مذکّرہ" بننے کی بھی —— قرآنِ مجید کے الفاظ کا ترجمہ تو یہی ہے کہ "ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے" — "شاہدہ" اور "مذکّرہ" کی تقسیم کے تحت بھولنے والی کون ہوگی اور یاد کون دلائے گی؟

۳۔ دونوں عورتوں میں سے کوئی ایک، خواہ وہ "شاہدہ" ہو یا "مذکّرہ"، جس معاملہ پر شہادت مطلوب ہے، اس کے لیے موقع کی گواہ ہونا دونوں کے لیے ضروری ہے —— ورنہ "شاہدہ"، "شاہدہ نہیں ہو سکتی اور "مذکّرہ" کی تذکیر بے معنی ہے" لہٰذا شہادت و تذکیر دونوں ہی شہادت کے زمرہ میں آئیں گی —— اس بناء پر یہ کہنا کہ "شہادت تو ایک ہی عورت دے گی . . . !" کہاں تک درست ہوگا؟

۴۔ اگر ایک عورت شہادت دیتی ہے اور دوسری خاموشی سے "بغور سنتی رہتی ہے" کہ وہ بھولی نہیں لہٰذا یاد دلانے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی —— اب کیا یہ خاموش رہنے والی پھر بھی "مذکّرہ" ہی کہلائے گی؟

۵۔ ایک معاملہ اگر دونوں عورتیں ایک دوسری کو یاد دلاتی ہیں، تو دونوں "مذکّرہ" ہوئیں، پھر "شاہدہ" کون ہوگی؟

۶۔ "رَجُلَیۡنِ" کی بجائے "رَجُلٌ وَّامۡرَاَتَانِ" کا نصاب تو بہرحال پورا کرنا ہے۔ شق ۴ کے تحت اگر "مذکّرہ"، مذکّرہ ہی نہیں اور شق ۵ کے تحت دونوں ہی مذکّرہ ہیں، "شاہدہ" کوئی بھی نہیں تو "وَامۡرَاَتَانِ" کی اس تفسیر (ایک "شاہدہ" اور دوسری "مذکّرہ") کے تحت یہ نصاب کیونکر پورا ہوگا؟

۷۔ اور سیدھی سی بات تو یہ ہے کہ "شاہدہ" کے ساتھ "مذکّرہ" —— اور "مذکّرہ" کے ساتھ

"شاہدہ" کا ہونا کیوں ضروری ہے؟ ــــ اس سوال کا جواب اگر عنایت فرما دیا جائے تو مسئلہ خود بخود ہی حل ہو جائے گا کہ:

"دو مردوں کی شہادت، ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کے برابر ہے!"

ــــ اور،

"ایک مرد کی شہادت، دو عورتوں کی شہادت کے برابر ہے!"

ــــ اور یہی قرآن مجید کا مقصود بھی ہے، ورنہ جہاں تک "أَنْ تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ" کا تعلق ہے تو یہ:

دو عورتوں کی شہادت = ایک مرد کی شہادت

کی وجہ مذکور ہوئی ہے۔ جس میں عورت کی فطرت کو ملحوظ رکھا گیا ہے، اور جس میں اس کا اپنا کوئی تصور بھی نہیں ــــ نہ کہ اس سے "شاہدہ" اور "مذکرہ" کی تعیین و تعریف مراد ہے ــــ پس یہ کہنا کہ "گواہی تو ایک ہی عورت دے گی، دوسری صرف بھول جانے پر یاد دلائے گی" از روئے قرآن سراسر باطل و بیکار ہے اور عقل و نقل سے بھی بعید!

(مزید اطمینان کے لیے ملاحظہ ہو تفسیر فتح القدیر جلد اول ص ۳۰۲،

تفسیر خازن جلد اول ص ۲۵۸، احکام القرآن ج ۱ ص ۲۵۵، ۲۵۶)

علاوہ ازیں ہم اپنے مؤقف کی تائید میں قرآن مجید ہی سے ایک اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ:

قرآن مجید میں "فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ" کے بعد "مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاءِ" کے الفاظ مذکور ہیں۔ لہٰذا "رَجُلَيْنِ" یا "رَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ" (اور بقول "مفسرین کرام" رجل، شاہدہ اور مذکرہ) ان سب پر "شہداء" ہی کا اطلاق ہو گا ــــ لہٰذا یہ کہنا کہ "گواہی تو ایک ہی عورت دے گی، دوسری صرف بھول جانے پر یاد دلائے گی"، نص قرآنی کے یکسر خلاف ہے۔ فہو المطلوب!

جیسا کہ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے، مذکورہ بالا آیت قرآنی کی تفسیر میں کئی آراء سامنے آئی ہیں، جن سے اپنے من مانے مطالب کشید کرنے کی کوشش کی گئی ہے ــــ لیکن افسوس کہ ان تمام "مفسرین" میں سے کسی نے بھی "فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ" کے حرف "إِنْ" دالّ کو

ملحوظِ خاطر نہیں رکھا کہ " اگر دو مرد نہ ملیں" تو پھر " ایک مرد اور دو عورتوں" (فَرَجُلٌ وَّامْرَأَتَانِ) کی ضرورت پیش آئے گی، ورنہ دو مردوں کے ہوتے ہوئے عورتوں کو مالی معاملات میں بھی شہادت کے لیے زحمت دینے کی ضرورت ہی نہیں!

—— اگر بات اب بھی سمجھ میں نہ آئی ہو تو ہم دوبارہ عرض کیے دیتے ہیں کہ "اِنْ" حرفِ شرط ہے لہٰذا " ایک مرد اور دو عورتوں" کی شہادت کا معاملہ مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ " جب دو مرد نہ ملیں" —— اور اگر یہ انتظام ہو جاتا ہے تو دوسرا انتظام (جس میں عورتوں کی ضرورت بغرضِ سہولت، متبادل ہے) کرنا ضروری ہی نہیں ہے، کجا یہ کہ اس سے ۱=۱ کا نتیجہ حاصل کرنے کے لیے کھینچ تان کی جائے! —— جیسا کہ اسی آیت میں اس سے قبل " وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ " (کہ اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لیا کرو) کے الفاظ سے ظاہر ہے —— ہاں اگر " دو مرد نہ ملیں"، تو پھر بغرضِ سہولت " ایک مرد اور دو عورتیں (مل کر گواہی دیں گی!") —— اور ایک مرد کی بجائے دو عورتیں اس وجہ سے " تاکہ ایک بھول جائے اور دوسری یاد دلا دے!"

—— فرمایا اللہ رب العزت نے:

" كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ !"

قرآنِ مجید کے الفاظ " اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى" واضح طور پر یہ بتلاتے ہیں کہ بھولنے اور یاد دلانے کا یہ معاملہ عورت کے ساتھ مخصوص ہے، مرد کے سلسلہ میں یہ بات نہیں۔ لہٰذا خود قرآنِ مجید کی نظر میں عورت کا کسی بات کو بھول جانا ظاہر و باہر ہے اور اسی بناء پر شہادت کے لیے اس کے ساتھ دوسری عورت کا ہونا ضروری قرار دیا گیا ہے —— جس سے ایک تو " دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر" ہونے کی واضح طور پر نشاندہی ہوتی ہے اور دوسرے اس سے عورت کی عقل کے نقصان کی حقیقت پر استدلال ہوتا ہے۔

اب ذرا ایک نظر حدیثِ رسول اللہ پر بھی ڈال لیجئے:

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے:

" يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ فَاِنِّيْ اُرِيْتُكُنَّ اَكْثَرَ اَهْلِ النَّارِ

نَقُلْنَ نَبِمَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ مَا رَأَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِیْنٍ اَذْھَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ اِحْدَاکُنَّ ـــــ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِیْنِنَا وَعَقْلِنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ اَلَیْسَ شَھَادَۃُ الْمَرْأَۃِ مِثْلَ نِصْفِ شَھَادَۃِ الرَّجُلِ؟ قُلْنَ بَلٰی ـــــ قَالَ فَذَالِکَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِھَا قَالَ اَلَیْسَ اِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ؟ قُلْنَ بَلٰی ـــــ قَالَ فَذَالِکَ مِنْ نُقْصَانِ دِیْنِھَا!"

(بخاری، مسلم عن ابی سعید الخدریؓ)

کہ "اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو، اس لیے کہ تمہاری کثیر تعداد مجھے جہنم میں دکھلائی گئی ہے" ـــــ عورتوں نے کہا، "یہ کس وجہ سے اے اللہ کے رسولؐ؟" فرمایا "تم لعنت زیادہ بھیجا کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو، میں نے نہیں دیکھا کہ باوجود عقل و دین کے نقصان کے مردوں کی مت مارنے والی تم سے بڑھ کر کوئی ہو!" عورتوں نے کہا، "اے اللہ کے رسولؐ، ہمارے دین اور عقل کا کیا نقصان ہے؟" ـــــ آپؐ نے فرمایا "کیا ایک عورت کی شہادت ایک مرد کی نصف شہادت کے برابر نہیں؟" ـــــ عورتوں نے کہا، "کیوں نہیں!" آپؐ نے فرمایا، "یہ ان کی عقل کے نقصان سے ہے!" ـــــ پھر آپؐ نے فرمایا، "کیا ایسا نہیں کہ ایامِ مخصوص میں عورت نہ تو نماز پڑھ سکتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟" ـــــ عورتوں نے کہا "درست ہے!" ـــــ آپؐ نے فرمایا، "یہ اس کے دین کے نقصان سے ہے!"

ـــــ ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ حدیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسقدر واضح الفاظ میں قرآنِ مجید کی تائید فرمائی ہے اور ان دونوں کا آپس میں کس قدر گہرا تعلق ہے؟ ـــــ ہمیں تعجب ہے کہ اس قضیہ کو نپٹانے کے لیے "مفسرینِ کرام" میں سے کسی نے بھی رسولِ عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس دوٹوک فیصلہ کا حوالہ کیوں نہیں دیا؟ ـ خدا کے بندو، الفاظ کے گورکھ دھندا یا مرد و عورت کی ہمدردی و عداوت کے نام پر بات کو گھمانے پھرانے سے مسائل حل نہ ہوں گے ـــــ ہاں یہ تسلیم کیجیے کہ قرآنِ مجید کا مفہوم سمجھنے

کے لیے ہمیں اس ہستی کی شدید ضرورت ہے جس پر یہ قرآن نازل ہوا اور جس کی بعثت کا مقصد اسی قرآن مجید میں یوں بیان ہوا کہ:

"وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ" (آل عمران: ۱۶۴)

"..... اور (یہ رسول) انہیں (مسلمانوں کو) کتاب و حکمت سکھاتا ہے!"

اور:

"وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ" (النحل: ۴۴)

"ہم نے آپؐ کی طرف ذکر نازل فرمایا ہے تاکہ آپؐ اسے لوگوں کے سامنے بیان کریں!"

نیز فرمایا:

"وَمَا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ إِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوا فِيهِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ" (النحل: ۶۴)

کہ "ہم نے آپ کی طرف کتاب اس لیے اتاری ہے کہ آپؐ اسے لوگوں کے سامنے بیان کریں، جس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے، نیز ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لیے!"

—— لیکن اس کے باوجود اگر اس مسئلہ کے تصفیے کے لیے اس معلم انسانیت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی طرف رجوع نہیں کیا گیا تو اس پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ دال میں ضرور کچھ کالا ہے!

ورنہ سلف کا طریق تفسیر تو یہی تھا کہ وہ قرآن مجید کا مفہوم خود قرآن مجید اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں متعین کرتے تھے —— آئیے ذرا تفسیر ابن کثیر کے اس گلستان کی سیر کریں جہاں "قال اللہ" اور "قال الرسول" کے رنگا رنگ پھول جا بجا بکھرے ہوتے ہیں —— امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ سورۃ البقرہ کی مذکورہ آیت ۲۸۲ کے تحت لکھتے ہیں:

"فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ" ——
وَهَٰذَا إِنَّمَا يَكُونُ فِي الْأَمْوَالِ وَمَا يُقْصَدُ بِهِ الْمَالُ وَ إِنَّمَا أُقِيمَتِ الْمَرْأَتَانِ مُقَامَ الرَّجُلِ لِنُقْصَانِ عَقْلِ

اَلْمَرْاَةِ کَمَا قَالَ مُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِہٖ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ: "یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ تَصَدَّقْنَ وَاَکْثِرْنَ الْاِسْتِغْفَارَ فَاِنِّیْ رَاَیْتُکُنَّ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ، فَقَالَتِ امْرَاَۃٌ مِّنْھُنَّ جَزْلَۃٌ وَمَا لَنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَکْثَرَ اَھْلِ النَّارِ؟ قَالَ تُکْثِرْنَ اللَّعْنَ وَتَکْفُرْنَ الْعَشِیْرَ مَا رَاَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّدِیْنٍ اَغْلَبَ لِذِیْ لُبٍّ مِّنْکُنَّ" قَالَتْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ "مَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ وَالدِّیْنِ؟" — قَالَ "اَمَّا نُقْصَانُ عَقْلِھَا فَشَھَادَۃُ امْرَاَتَیْنِ تَعْدِلُ شَھَادَۃَ رَجُلٍ فَھٰذَا نُقْصَانُ الْعَقْلِ ...... الخ!" (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۳۷)

کہ "اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ...... اور یہ صرف مالی معاملات میں ہے۔ اور دو عورتیں ایک مرد کے قائم مقام عورت کی عقل کے نقصان کی بنا پر بنائی گئی ہیں جس طرح کہ مسلم شریف کی روایت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "اے عورتوں کی جماعت صدقہ کرو اور استغفار کثرت سے کرو، کیونکہ میں نے تمہاری اکثریت اہل النار میں سے دیکھی ہے! اس پر ایک عورت نے کہا، "ہمارے اکثر اہل النّار میں سے ہونے کی کیا وجہ ہے؟" — فرمایا، "تم لعنت زیادہ بھیجتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو، میں نے نہیں دیکھا کہ ناقصاتِ عقل و دین ہونے کے باوجود ذی عقل پر تم سے بڑھ کر کوئی غالب ہو!" — اس عورت نے پوچھا، "اللہ کے رسولؐ، ہمارے دین و عقل کا نقصان کیا ہے؟" — فرمایا، "عقل کا نقصان تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے!" الخ

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح بخاری "کتاب الشہادات" میں یوں باب باندھا ہے:

"بَابُ شَھَادَۃِ النِّسَاءِ وَقَوْلِہٖ تَعَالٰی فَاِنْ لَّمْ یَکُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتَانِ!"

اور اس کے معاً بعد یہ حدیث نقل فرمائی ہے:

" عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَیْسَ شَھَادَۃُ الْمَرْأَۃِ مِثْلَ نِصْفِ شَھَادَۃِ الرَّجُلِ ـــ قُلْنَا بَلٰی ـــ قَالَ فَذَالِکَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِھَا !"

کہ " نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، "کیا ایک عورت کی شہادت مرد کی نصف (½) شہادت کے مثل نہیں؟" ہم نے عرض کی، کیوں نہیں! ـــ آپ نے فرمایا، "یہ عورت کی عقل کے نقصان سے ہے!"

ـــــــ وَلَعَلَّ فِیْہِ کِفَایَۃٌ لِّمَنْ لَّہٗ دِرَایَۃٌ !"

بات اگرچہ طویل ہو جاتے گی تاہم یہاں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے۔ ہفت روزہ "الاعتصام" ۱۸ مارچ ۱۹۸۳ء کی اشاعت کے ایک مضمون میں صاحب مضمون نے تحریر فرمایا ہے:

" امام ابن کثیرؒ نے لکھا ہے: " اِنَّ شَھَادَتَھَا مَعَھَا تَجْعَلُھَا کَشَھَادَۃِ رَجُلٍ فَقَدْ اَبْعَدَ !"

" یعنی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک عورت کی شہادت دوسری سے مل کر مرد کی شہادت کے برابر ہوتی ہے، ان کا یہ قول عقل و نقل سے بعید ہے ـــ صحیح صورت وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ دونوں میں سے شہادت تو ایک عورت دے گی، دوسری "مذکرہ" یاد دلانے والی ہو گی!" (ص ۵)

ہمیں افسوس ہے کہ یہاں صاحب مضمون سے (جو ہماری نظروں میں انتہائی محترم ہیں) سہو ہو گیا ہے یا انہوں نے غور نہیں فرمایا۔ ابن کثیرؒ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

" اِنَّ شَھَادَتَھَا مَعَھَا تَجْعَلُھَا کَشَھَادَۃِ ذَکَرٍ فَقَدْ اَبْعَدَ !"

جبکہ صاحب مضمون نے " کَشَھَادَۃِ ذَکَرٍ" کی بجائے " کَشَھَادَۃِ رَجُلٍ" کے الفاظ نقل فرمائے ہیں ـــ اور یہیں سے معاملہ کچھ سے کچھ ہو گیا ہے ـــ گویا یہی وہ نقطہ ہے جس نے محرم سے مجرم کر دیا ہے اور جس کی بناء پر انہوں نے استدلال فرمایا ہے کہ:

" صحیح صورت وہی ہے جو پہلے بیان ہو چکی ہے کہ دونوں میں سے گواہی تو ایک

عورت دے گی، دوسری صرف مذکّرہ یاد دلانے والی ہو گی!"

چنانچہ ان کا پورا مضمون اسی نقطہ کے گرد گھوم کر رہ گیا ہے۔

اصل صورت حال یہ ہے کہ امام صاحب نے یہاں ایک عجیب و غریب تفسیر کی تردید فرمائی ہے کہ بعض لوگوں نے یہ لکھا ہے کہ:

"جب ایک عورت بھول جائے گی تو دوسری اس کے ساتھ شامل ہو کر اسے مذکّر (متضاد مؤنث) بنا دے گی"——— اور یہ اس صورت میں جب "فتذکّر" کو بغیر تشدید کے "تُذْکِرَ" پڑھا جائے گا۔ چنانچہ امام صاحب لکھتے ہیں:

"إِذَا نَسِيَتِ الشَّهَادَةَ (فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى) أَيْ يَحْصُلُ لَهُمَا ذِكْرٌ بِمَا وَقَعَ بِهِ مِنَ الْإِشْهَادِ وَبِهَذَا قَرَأَ آخَرُونَ فَتُذَكِّرَ بِالتَّشْدِيدِ مِنَ التَّذْكَارِ وَمَنْ قَالَ إِنَّ شَهَادَتَهَا مَعَهَا تَجْعَلُهَا كَشَهَادَةِ ذَكَرٍ فَقَدْ أَبْعَدَ وَالصَّحِيحُ الْأَوَّلُ"

کہ "جب ایک عورت بھول جائے گی تو ان دونوں میں سے ایک دوسری کو واقعہ یاد دلائے گی ..... اور اسی قراءت کے ساتھ دوسرے قاریوں نے قراءت کی ہے یعنی "فَتُذَكِّرَ" تشدید کے ساتھ تذکار (یاد دلانے) سے ہے۔ اور جس نے (اسے "تُذْكِرَ" پڑھا ہے اور) کہا کہ اس کی شہادت اس کے ساتھ مل کر اسے مذکّر کی شہادت کے مانند بنا دے گی، تو یہ بعید ہے، صحیح صورت پہلی ہی ہے (کہ اسے تشدید کے ساتھ "تُذَكِّرَ" یاد دلانے کے معنی میں پڑھا جائے گا نہ کہ "تُذْكِرَ" مذکّر بنانے کے معنی میں)!"

——— اور یہی مفہوم دوسری تفسیروں سے بھی ثابت ہے (ملاحظہ ہو فتح القدیر، الکشاف، الخازن) ——— بلکہ بعض نے تو یہ تصریح بھی کی ہے کہ "فَتُذَكِّرَ"، "تَضِلَّ" کے مقابلے میں ہے ——— یعنی بھول جانے کے بالمقابل یاد دلانا، لہٰذا "تُذْكِرَ" پڑھنا غلط ہے! ورنہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو امام صاحب خود ایک بات لکھ کر کہ "دو عورتیں، عورت کی عقل کے نقصان کی بناء پر، ایک مرد کے قائم مقام بنائی گئی ہیں"——— پھر اس کی تائید میں حدیث رسولؐ (دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے) بھی پیش کر کے اس کی تردید خود ہی کیسے کر سکتے تھے، جیسا کہ صاحب مضمون نے تحریر

فرمایا ہے کہ :

"جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک عورت کی شہادت دوسری سے مل کر مرد کی شہادت کے برابر ہوتی ہے، ان کا یہ قول عقل و نقل سے بعید ہے۔ صحیح صورت یہی ہے کہ دونوں میں شہادت تو ایک عورت دے گی، دوسری مذکرہ یاد دلانے والی ہوگی!"

—— یہ تو حدیثِ رسول اللہ کے صریحاً خلاف ہے، اور "جو لوگ یہ کہتے ہیں" کی زد براہِ راست رسول اللہ کی ذاتِ گرامی پر پڑتی ہے —— العیاذ باللہ!

—— اور جبکہ صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق بھی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کی گواہی کو ایک مرد کی نصف گواہی کے مثل قرار دیا ہے —— تو صحیح یہی ہے کہ یہ دو نصف شہادتیں (وَامْرَأَتَانِ) مل کر ہی ایک شہادت (رَجُلٌ) کے قائم مقام بنیں گی!

—— امید ہے صاحبِ مضمون اس جسارت پر ہمیں معاف فرمائیں گے —— تاہم افسوسناک امر یہ ہے کہ یہ مضمون روزنامہ "جنگ" میں چھپا اور نہ صرف علماء اہل حدیث میں سے کسی نے اس کا نوٹس نہ لیا، بلکہ اس کے بعد ہفت روزہ "اہل حدیث" اور پھر اس کے بعد ہفت روزہ "الاعتصام" میں بھی اسے من و عن چھاپ دیا گیا —— بغیر یہ تحقیق کیے کہ اس کے بعض مندرجات حدیثِ رسول اللہ سے مطابقت نہیں رکھتے اور نہ ہی یہ زحمت فرمائی گئی کہ امام ابن کثیرؒ سے منسوب مندرجہ بالا عبارت کو تفسیر ابن کثیر میں ایک نظر دیکھ لیا جاتا —— بہر حال ایک ایسی جماعت کے لیے، جو اہلحدیث کہلانے میں فخر محسوس کرتی اور تقلید کی بجائے اتباعِ رسول اللہ کا دم بھرتی ہے، ایسی تقلید کی مثال قائم کرنا کم سے کم الفاظ میں بھی عبرتناک نہیں تو اور کیا ہے؟

ے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

— اور یہاں تفاوتِ مرد و زن یا حقوق و مساوات کی بحث کہاں سے ٹپک پڑی ؟ —

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

"اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ !"

کہ "جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے !"

اسی طرح مشہور حدیث ہے کہ ایک شخص نے خدمتِ اقدس میں حاضری دے کر سوال کیا، "اللہ کے رسول ، میرے حسنِ سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے ؟" — فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ، "تیری ماں !" — سائل نے عرض کی ، "اللہ کے رسول ، پھر کون ؟" فرمایا ، "تیری ماں !" — تیسری مرتبہ سائل نے پوچھا ، "اللہ کے رسول ، پھر کون مستحق ہے ؟" فرمایا "تیری ماں !" — اور چوتھی مرتبہ سائل نے جب یہی سوال دہرایا تو فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ، "تیرا باپ !"

(بخاری ، مسلم — بحوالہ مشکوٰۃ باب البرّ والصلۃ)

عورت کی حیثیت صرف بیوی کی نہیں ، وہ ماں بھی ہے ، بہن بھی اور بیٹی بھی ! — اور ان تین حیثیتوں میں اسلام نے اسے جو کچھ عطا فرمایا ہے ، کیا کوئی دشمنِ عقل و خرد اس میں کیڑے نکال سکتا ہے ؟ — اور بیوی کی حیثیت میں بھی اسلام نے عورت پر کون سے ستم ڈھائے ہیں ؟ — رہی بات مرد کی ، تو قرآنِ مجید میں محض شرطِ عدل کے ساتھ مرد کو چار بیویوں تک کی اجازت ہے — کیا یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ یہاں پاکستان میں ان گھرانوں کی اوسط تعداد کیا ہے جن میں ایک سے زیادہ بیویاں آباد ہیں ؟ — اور جہاں کہیں چند ایک ایسی مثالیں پائی جاتی ہیں ، وہاں بھی ہمارے موجودہ عائلی قوانین کی رُو سے یہ پہلی بیوی کی اجازت سے ہُوا ہے — کیا قرآنِ مجید میں اجازت کی یہ شرط موجود ہے ؟ — اگر اسے ظلم کا نام دیا جائے تو ظالم کون ہے ؟ اور اس ظلم پر احتجاج کے لیے مردوں نے آج تک کتنے جلوس نکالے ؟ — کتنے بیان داغے ؟ — کس حد تک شور مچایا ؟ — "جنت ماں کے قدموں میں ہے" — کسی باپ نے آج تک اس پر احتجاج کیا ؟ — یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حقوق کے سلسلہ میں تین دفعہ ماں کا نام لیا اور صرف ایک (چوتھی) مرتبہ باپ کا نام لیا ، اس پر کوئی مرد معترض ہوا ؟ — اور اس کے باوجود بھی عورتوں ہی کو جلوس نکالنے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ — پھر کیا وہ خواتین بھی مرد ہی

تھیں، جنھوں نے بھرے مجمعوں میں ان جلوس نکالنے والیوں کی مذمّت کی؟ ——— یا وُہ مرد بھی خواتین ہیں جن کے مضامین عورت کی ہمدردی میں اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں؟ اور اس کے لیے کتاب وسنت کی واضح تعلیمات کو بھی پسِ پشت ڈال دیا گیا ہے!

——— ہم پوچھتے ہیں، وُہ فرضی ظلم کہاں ہے جس پر یہ شور مچایا جارہا ہے؟ ——— ہم واضح لفظوں میں یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قانونِ شہادت کی ان تمام بحثوں میں خود قانونِ شہادت زیرِ بحث ہی نہیں ہے بلکہ ان بحثوں کا مقصود ومطلوب وُہ بے راہروی، عیاشی، جہالت اور اسلام کی عائد کردہ ان پابندیوں سے بغاوت ہے جو ان عیاشیوں اور فحاشیوں پر قدغن لگاتی ہیں ——— ورنہ آج ہمارے معاشرہ میں عملی طور پر عورت کی شہادت کی نوبت مالی معاملات میں بھی کہاں تک پیش آتی ہے؟ ——— اور اگر ایک عورت کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر (۱=۱) کا اصول تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس سے عورت کی دفاتر میں بے حجابانہ ملازمت کا جواز مہیا ہو جائے گا یا بے پردہ بازاروں میں پھرنے اور بن سنور کر غیر مردوں سے اختلاط کی پابندی اس پر سے اٹھ جائے گی؟ ——— کیا یہ حقیقت نہیں کہ یہ جلوس ان عورتوں نے نکالے ہیں جو پردے کو خیرباد کہہ کر بے حجابی کو گلے لگا چکی ہیں؟ ——— کیا یہ وہی عورتیں نہیں جنھوں نے علماء کرام کی داڑھی کو "جنگل" کا نام دیا، زنا کے مجرم کو "مظلوم" گردانا اور شادی کو ایک "گھناؤنے بندھن" سے تعبیر کیا؟

(ملاحظہ ہو روزنامہ جسارت ۱۰ ؍ مارچ ۸۳ء)

خدا شاہد ہے، ہم ایک مرد ہونے کے ناطے بھی عورت کو بے حد محترم خیال کرتے ہیں ——— مائیں، بہنیں اور بیٹیاں سبھی ہماری نظروں میں انتہائی قابلِ قدر ہیں، اور ازدواجی زندگی میں بھی عورت کو اس کے اسلامی حقوق کا تحفظ دینے کے قائل ہیں کیونکہ ہماری نظر میں بُرائی بھلائی کا معیار کسی کا مرد وعورت ہونا نہیں، بلکہ اس کا معیار دینِ اسلام کے وُہ فطری قوانین ہیں جن کے شارع خود اللہ رب العزّت ہیں اور جن کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں دی ہے ——— کوئی مرد ان قوانین سے بغاوت کا مرتکب ہو گا تو ہم اسے اچھا نہیں کہیں گے، اور اگر کوئی عورت ان قوانین کو اپنے لیے راہنما بنائے گی تو ہم اس کی عظمت کو خراجِ تحسین پیش کرنے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیں گے! ——— لیکن جب عورت ہی بے عورت ہو جائے تو اسے یہ سوچ لینا چاہیے کہ "لیڈیز فرسٹ" کا وُہ اصول

آج کہاں گیا؟ جس کے تحت ایک مرد چلتی بس میں اپنی سیٹ سے دست بردار ہو کر اسے اپنی بہن، بیٹی یا ماں کے لیے خالی کر دیا کرتا تھا ——— لیکن آج وُہ اپنی سیٹ پر بیٹھا آرام سے سو جاتا ہے ——— اس بات سے بالکل بے پروا، کہ اس کے قریب ہی ایک بہن کی گود میں بچّہ ہے، اس کے ایک ہاتھ میں گٹھڑی ہے اور دوسرے ہاتھ سے بچے کو سہارا دیئے اور اپنے لیے سہارا لینے کے باوجود چلتی بس میں اپنا توازن برقرار رکھ لینا بھی اس کے لیے دشوار ثابت ہو رہا ہے ——— ہاں اگر اپنی اس بہن کی مصیبت[1] کا خیال اس کے دل میں آتا بھی ہے تو "مساوات" کا دُوسرا خیال اس کو دوبارہ بے فکر ہو کر سو جانے پر مجبور کر دیتا ہے ——— اے بنتِ حوّا، کیا تو اسی "مساوات" کی تلاش میں ہے؟۔ اور کیا بات یہیں تک محدود رہے گی؟ ——— خُدا سے ڈر، اللہ اور اس کے رسول ؐ کی نافرمانی نہ کر، یقیناً دنیا اور آخرت میں تیرا بھلا ہو گا ——— وما علینا الّا البلاغ!

(اکرام اللہ ساجد)

---

[1] اور یہ مصیبت ایسی مصیبت ہے کہ ایئر کنڈیشنڈ کاروں میں بیٹھ کر سفر کرنے والی بیگمات اس کا تصور تک نہیں کر سکتیں۔ اور یہ جلوس بھی انہی بیگمات نے نکالے ہیں۔ خدارا "حقوقِ نسواں" کے نام پر کوئی طوفان کھڑا کرنے سے پہلے یہ تو اندازہ کر لیا کرو، کہ اس کے اثرات ان کی غریب بہنوں پر کیا مترتب ہوں گے؟

شعر و ادب

جناب قاری نعیم الحق صاحب

سیاست

جس کی باتوں میں شفا ہو اسے بیمار کہو
وُہ جو حالات کی شدّت سے سرِ رہ گر جائے
سنگریزے ہیں فقط ہاتھ میں اُن کے لیکن
پھُول تو پھُول ہیں کانٹے بھی نہ اُگتے ہوں جہاں
جبکہ دشمن ہے قوی تر تو نمٹنے کے لیے،
لوگ تو لوگ ہیں الفاظ بدل جاتے ہیں
ہاں رقیبوں کی رقابت کا تقاضا ہے نعیمؔ!

جس کی فطرت میں وفا ہو اُسے غدّار کہو!
غم کے مارے ہوئے اس شخص کو میخوار کہو
ہم سے کہتے ہیں کہ اُن کو دُرِ شہوار کہو!
ایسے ویران بیابان کو گلزار کہو!
اپنی ٹوٹی ہوئی لکڑی کو بھی تلوار کہو!
جو نمک زخم پہ چھڑکے اُسے غمخوار کہو
اُس جفا کار ستمگار کو دلدار کہو!